بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

حضرت سید اعبدالحفیظ شاہ

رحمۃ اللہ علیہ

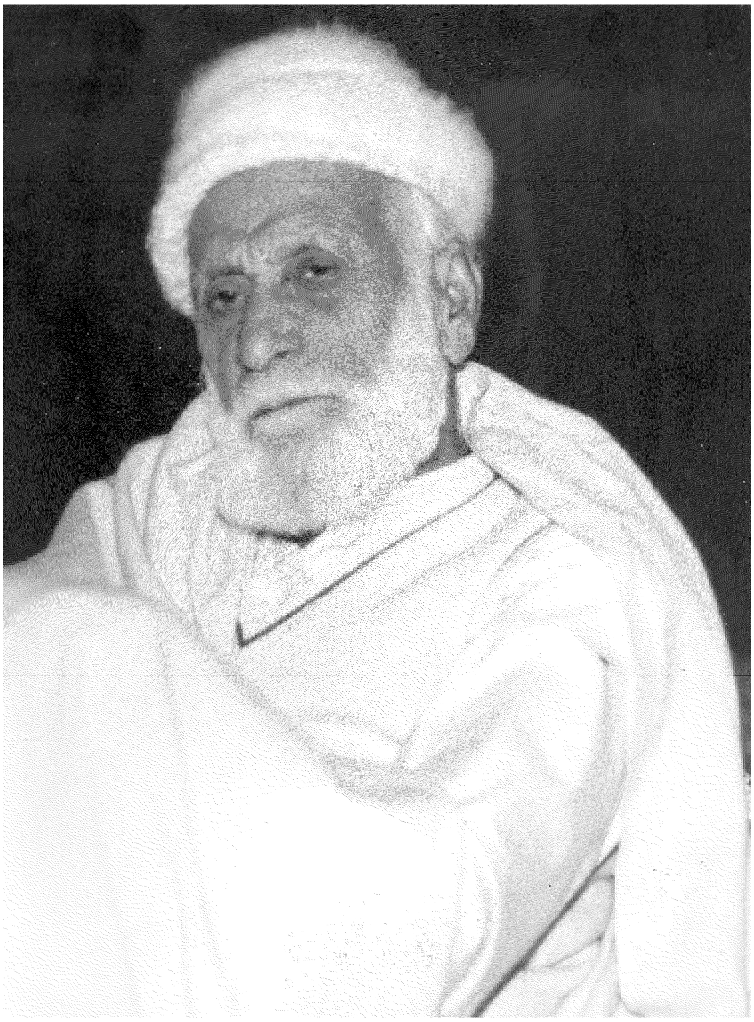

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساري رات سبحان جاڳي جن ياد ڪيو

ان جي عبداللطيف چئي مٽيءَ لڏو مان

ڪوڙئين ڪن سلام، اچي آسڻ ان جي

جن ہستیوں نے ساری ساری رات جاگ کر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کو یاد کیا

ان ہستیوں کے لئے عبداللطیف کہتا ہے ان کی مٹی بہت عظیم ہے

کروڑوں لوگ ان کے آستانے پر آ کر انہیں سلام کرتے ہیں

ہمارے سائیں محترم سید عبدالحفیظ شاہ بوقت صبح صادق بروز پنجشنبہ، ۲۷ رجب ۱۳۱۳ھ بمطابق جولائی ۱۹۱۳ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کی طرف سے آپ کا شجرہ حضرت سیدہ بی بی فاطمۃ الزہرۃ بنت حضرت محمد مصطفٰے ﷺ سے ملتا ہے۔ لیکن سائیں محترم فرماتے ہیں کہ شجرہ، حسب نسب سے بڑھ کر اعمال ہیں۔ اگر اعمال اچھے ہیں تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس معزز ہے۔ اس سلسلے میں سائیں محترم خاص طور پر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی مثال دیتے ہیں کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کو پکارا:

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! تحقیق میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو بہتر حکم کرنے والا ہے سب حکم کرنے والوں سے۔''

اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ: ''اے نوح! تحقیق وہ تیرے اہل سے نہیں ہے۔ تحقیق اس کا عمل غیر صالح ہے۔'' (سورۃ ہود آیت ۴۵..۴۶)

سائیں محترم فرماتے ہیں کہ ''اگر اعمال صالح نہیں ہیں تو چاہے حسب ونسب کتنا ہی اعلیٰ ہو اللہ کے نزدیک معتوب ہے۔ اگرچہ کہ اللہ نے پیغمبروں کے اہل کو سلامتی کا مژدہ سنایا اور اس حوالے سے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کو یہ کہہ کر وعدہ یاد دلایا کہ یہ میری اہل سے ہے۔''

سائیں محترم پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان سے کراچی منتقل ہو گئے اور بعد میں دیہہ گجو ضلع ٹھٹھہ سندھ میں مستقل سکونت حاصل اختیار کرلی۔ سائیں فرماتے ہیں کہ:

''دیہہ گجو کے لوگ گواہ ہیں کہ میں نے یہاں ۱۹۵۸ء میں جھگی ڈالی تو مٹی کے بڑے بڑے ٹیلے تھے اور روز آنہ کئی سانپ نکلتے تھے لیکن مجھے وہ چیز مل رہی تھی جس کے حصول کیلئے میں یہاں آیا تھا''۔

۳۰ جون ۱۹۷۸ء ہمارے لئے وہ خوش نصیب دن تھا جب سائیں محترم پہلی مرتبہ کوٹری تشریف لائے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ سائیں رات رات بھر جاگ کر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا درس دیتے رہے۔

جس طرح گلاب کا پھول اپنی خوشبو سے ماحول کو معطر کر دیتا ہے، سائیں محترم کی محبت، شفقت اور بزرگانہ انداز بیاں ماحول کو معطر کر دیتا ہے۔ سائیں محترم خصوصی طور پر نوجوانوں سے والہانہ محبت اور پدرانہ شفقت سے پیش آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نوجوان جو علمائے کرام، پیروں فقیروں حتیٰ کہ مذہب سے بھی بدظن ہو چکے ہیں سائیں محترم سے اپنے والدین سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں اور انکا ہر حکم مانتے ہیں۔ سائیں سے نوجوانوں کی جو والہانہ محبت ہے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے سائیں محترم فرماتے ہیں:

''میرا ایک ہی جوان بیٹا تھا جس نے میرا کہنا نہ مانا اور اللہ کے احکامات پر نہ چلا، میں نے اس سے کہا تم میرے بیٹے نہیں ہو، مجھ سے علیٰحدہ ہو جاؤ۔ تمام خاندان والوں نے میری مخالفت کی اور میں سارے خاندان کو چھوڑ کر یہاں گجو میں آ کر رہنے لگا۔ بعد میں میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا لیکن میرے رب نے مجھے اسی دنیا میں ایسے کئی بیٹے عطاء کیے ہیں جو میرے بیٹے سے زیادہ میری خدمت کرتے ہیں، میری ڈانٹ برداشت کرتے ہیں، میرا کہنا مانتے ہیں۔ میں ان کا خون اور اپنا خون ایک سمجھتا ہوں۔ میں اپنے سگے بیٹے سے زیادہ ان سے محبت کرتا ہوں۔ یہ میری کمائی ہیں۔ ان کا دکھ درد میں اپنا

دکھ درد سمجھتا ہوں۔‘‘

محترم سائیں محترم فرماتے ہیں:

’’موجودہ دور کے نوجوانوں کی بے راہ روی اور دین سے دوری کے ذمہ دار پیر وفقیر اور مولوی ہیں اسلئے کہ ان کی غلط طرز تبلیغ سے نوجوان اپنی منزل سے بھٹک گئے ہیں۔ تبلیغ احسن طریقہ سے کرنی چاہئے ۔اگر اس میں تمہارا نفس شامل نہ ہوگا تو ہر انسان متاثر ہوکر اس پر عمل کریگا۔ پہلے خود عمل کرو پھر دوسروں کو عمل کی ترغیب دو۔ صرف یہ کہ دینا کہ اللہ اللہ کرو کافی نہیں ہے۔ پہلے خود اللہ اللہ کرو تا کہ تمہارے دل کے ساز سے اللہ اللہ کا ایسا نغمہ نکلے کہ تم خود بھی مسرور ہو جاؤ اور سننے والے بھی مسرور اور بے خود ہو جائیں۔ جانور تک تمہاری طرف متوجہ ہونگے اور پھر سننے والے آپ ہی اللہ اللہ کرنے لگیں گے۔‘‘

’’جو چیز میں نے تکلیفوں فاقوں اور آنسوؤں میں حاصل کی ہے، میں تمہیں مسکرا کر دے رہا ہوں۔ آؤ، لو اور آزما لو۔ اگر تمہیں خاطر خواہ فائدہ نہ ملے تو میرا پتہ موجود ہے، میری گردن پکڑو کہ ہمیں فائدہ نہیں ہوا اور جو بھی تمہارا وقت خراب ہوا ہے اس کا معاوضہ مجھ سے لے لو۔ یہ گارنٹی میں اللہ کیلئے دے رہا ہوں، اپنے لئے نہیں اس لئے کہ مجھے اسی دروازے سے ملا ہے۔ تم اپنے ماں باپ، دوست احباب رشتہ دار سب سے مایوس ہو جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے مایوس نہ ہو۔ یہ ایک ایسا سچا دروازہ ہے کہ یہاں سے خالی ہاتھ واپسی ناممکن ہے۔ اللہ کی قسم! تم روکر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگو گے وہ تمہیں ضرور ملے گا لیکن افسوس! آپ کو مانگنا نہیں آتا۔ میں لوگوں سے ضرور پوچھوں گا کہ دنیا کا کیا ایسا مالک ہے جو تمہارے کھوٹے کام قبول کرے، کھوٹے سکے قبول کرے اور پھر اس کا اجر تمہیں عطا فرمائے؟ پھر بھی ہم ایسے رحیم وکریم داتا کو یاد نہیں کرتے، اس کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلتے۔ اس کے باوجود بھی وہ اپنے بندوں پر اپنی رحمتوں کے دروازے بند نہیں کرتا۔ ہم اپنے خالق سے اجنبیت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمیں دنیا کی ہر چیز سے انس ہے مگر افسوس کہ رب رحیم

سے اوراس کے بتائے ہوئے راستوں سے نہ انس ہے نہ محبت ۔تمہارا مالک ہر وقت تمہاری طرف متوجہ ہے۔لیکن تم اس کی طرف ایک سیکنڈ کیلئے بھی رجوع نہیں کرتے ۔ جب تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو تم اس کو یاد کرتے ہو۔جس کو تکلیف سمجھتے ہو وہ نعمت الٰہی ہے۔وہ تمہیں تکلیف اس لئے دیتا ہے کہ آؤاب تو مجھے یاد کرلو۔ قربان جایئے رب تعالیٰ کی محبت کے کہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

''اللہ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' (سورۃ البقرہ ۲۸۶)

دنیا میں رہنے کے دو ہی طریقے ہیں یا تو حاکم بن کر رہیں یا محکوم بن جائیں۔یا تو خدا بن جائیں یا بندے بن جائیں۔خدا بننا ممکن نہیں ہے اس لیے اسکی بندگی ہی میں ہماری عافیت ہے۔''

تصوف اور عرفان کے متعلق سائیں محترم نے فرمایا:

''تصوف کوئی علم نہیں ہے۔یہ تو کیفیات ہیں جو سالک پر گزرتی ہیں۔یہ کیفیات آپ سے بیان تو کی جاسکتی ہیں مگر وہ احساسات اور جذبات آپ کو دیئے نہیں جاسکتے۔ہم کہتے ہیں کہ آم میٹھا ہے لیکن اس کی مٹھاس کا احساس آپ نہیں دے سکتے۔بس یہی تصوف کی حقیقت ہے۔آپ ان رازہائے سر بستہ کو نہیں پاسکتے جب تک کہ اس سمندر میں غوطہ زن نہ ہوں گے۔ایک شخص خشکی پر چل رہا ہے تو وہ کپڑے پہنے ہوئے ہے، جب وہ پانی میں جاتا ہے تو کپڑے اتار دیتا ہے۔یعنی خشکی پر چلنے کے آداب اور ہیں اور پانی میں جانے کے آداب اور ہیں۔عرفان حاصل کرنے کیلئے تو کھال بھی اتارنی پڑے گی۔ منزل بہت آسان بھی ہے اور بہت مشکل بھی۔یہ ایک سودا ہے۔''

اپنے مرشد کے متعلق:

جب ایک محفل میں سائیں محترم سے آپ کے مرشد کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے مسکرا کر یہ شعر پڑھا:

اک فسوں ساماں نگاہِ آشنا کی دیر تھی

اس بھری دنیا میں تنہا ہم نظر آنے لگے

فسوں ساماں نگاہِ آشنا مرشد کی ہوتی ہے۔ یہ تفصیلات کچھ ایسی عجیب ہیں ایک دفتر چاہیئے اور آپکو سننے کیلئے بھی تیاری کرنی پڑے گی:

شورِ دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت

جس کا جتنا ظرف ہے وہ اتنا ہی خاموش ہے

میں اتنا ہی کہوں گا: 'یاد ہے تو آباد ہے ورنہ برباد ہے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں عبدالحفیظ شاہ اپنی عمر کے آخری سال خرابیِ صحت کے پیشِ نظر کوٹری شہر منتقل ہو گئے تھے اور وہیں آپ نے ۲/جمادی الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۳/جولائی ۲۰۰۳ء اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ کوٹری کو اعزاز حاصل ہے کہ جہاں آپ نے ۳۰ سال ذکر کی محفلیں سجائیں اسی شہر کو انہوں نے اپنی آخری آرام گاہ کیلئے چنا اور وصیت فرمادی تھی کہ اگر کسی وجہ سے کہیں اور انتقال ہو جائے تو بھی ان کو کوٹری لا کر دفن کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

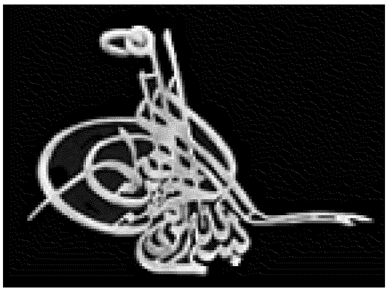

نوٹ: یہ تعارف تقریباً ۱۹۸۴ء میں سائیں محترم کی زندگی میں ان کی رضامندی سے شائع کیا گیا تھا۔